استاذی حضرت مولانا

سید محمد میاں دیوبندی علیہ الرحمۃ

سے میرا تعلق

از
حضرت مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارکپوری

حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری دورِ حاضر کے مشہور مصنف اور اسلامی مورخ ہیں۔ خاصکر ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں مدرسہ شاہی اور اس کے اساتذہ کا کتنا دخل ہے۔ اسکی ایک جھلک خود حضرت قاضی صاحب کی زبانی درج ذیل مقالہ میں ملاحظہ کیجا سکتی ہے۔

(مرتب)

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ ٭ ذرۂ آفتاب تابانیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد اپنے مقاصد و خدمات کے اعتبار سے دار العلوم دیوبند کا مثنیٰ یا اس کا ایک حصہ ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۹۶ھ میں شاہی مسجد میں اس کی تاسیس فرما کر اس کا نام مدرسۃ الغرباء قاسم العلوم رکھا جو بعد میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی تاسیس پر تقریباً ۱۱۶ سال گذر چکے ہیں۔ اس مدت میں اس سے استفاضہ و استفادہ کرنیوالوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں سے زیادہ ہے۔ جن میں ساڑھے چار ہزار سے زائد علماء و فضلاء ہیں، جن میں محدث، فقیہ، مفتی، مفسر، مصلح، مدرس، مصنف، قائد، وزیر، قاضی، متکلم، سب ہی

شامل ہیں اور ان فرزندانِ جامعہ قاسمیہ نے اپنے اپنے دور میں دینی علوم و فنون اور مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔

راقم الحروف بھی اسی درسگاہ اور تربیت گاہ کا فیض یافتہ ہے اور اس کی علمی و فکری نشو و نما میں یہاں کے اساتذہ و شیوخ کی خصوصی عنایت و توجہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہیں سے میرے حوصلے کو بڑھاوا ملا، میری ہمت افزائی ہوئی اور یہاں کے شیوخ و اساتذہ کی شفقت و محبت نے ذرّے کو آفتاب کی روشنی دی اور ان بزرگوں کی نسبت نے بڑا کام کیا۔

جامعہ قاسمیہ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ، حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ اور حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدنی وغیرہ رحمہم اللہ سے میں نے خصوصی فیض پایا ہے اور ان حضرات کی خورد نوازی اور شفقت و محبت نے آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا ہے ان تمام حضرات کا اور دیگر علمی و دینی محسنوں اور مربیوں کا علمی و دینی شکریہ اور ذکرِ خیر اور ان کے حق میں مغفرت لازم ہے۔ اپنے اساتذہ کا ذکرِ خیر اور استفاضہ کا اظہار اور ان کے حق میں دعائے خیر علم کی زیادتی کا باعث ہے۔ اور ان کی طرف سے غفلت اور اس کا اخفاء احسان فراموشی اور کفرانِ نعمت ہے۔ اسلاف نے خاص طور سے اپنے تلامذہ کو اس کی تاکید کی ہے۔ اندلس کے مشہور محدث امام ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب تمیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے فرمایا!

یقبح بکم ان تستفید وا منا ثم تذکرونا ولا تترحموا علینا۔	تمہارے حق میں یہ برا ہے کہ ہم سے علمی دینی فائدہ حاصل کرتے ہو اور ہم کو یاد کر کے ہمارے حق میں دعائے خیر نہیں کرتے۔

وہ حضرات اپنے شاگردوں کے حق میں کتنی دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ امام اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد بن اسحٰق نے اپنے والد کا

بیان نقل کیا ہے ۔

قل لیلۃ الادانا ادعو لمن کتب عنا وکتبنا عنہ ،
تقریباً ہر رات میں ان لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں جنھوں نے ہم سے پڑھا ہے اور ہم نے جن سے پڑھا ہے ۔
(برنامج الشیخ الرعینی ص۵)

میں اس وقت مدرسہ شاہی کے اساتذہ میں سے حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ رجب ۱۳۲۱ھ، ۴ اکتوبر ۱۹۰۳ء، وفات چہارشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۹۵ھ، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء) کا ذکر خیر کر رہا ہوں جن کی خصوصی شفقت و محبت اور توجہ نے میرے علم و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے ذوق کو جلا بخشی ہے ۔ اور میری علمی زندگی پر ان کا احسان عظیم ہے ،

۱۳۵۷ھ میں جمعیۃ الطلبہ مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور کے اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا مرحوم تشریف لائے تھے اس وقت میں غالباً ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا تھا ۔ مولانا کی زیارت کا یہ پہلا موقع تھا ۔ میرے دوست مولانا محمد عثمان صاحب نے مولانا کو میری ایک نظم سنائی جس کو مولانا نے بہت پسند فرمایا اور رسالہ قائد کے سالگرہ نمبر ۱۳۵۸ھ میں "رحمۃ للعالمین ؐ کا انقلابی کارنامہ" کے عنوان سے شائع فرمایا ۔ اسکے بعد میں یہاں سے مضامین اور نظمیں بھیجتا رہا اور مولانا شائع فرماتے رہے مولانا کی اس عنایت اور توجہ سے میری ہمت و حوصلہ میں بڑی توانائی پیدا ہو گئی اور قلم مضمون نگاری میں اور دماغ شاعری میں رواں دواں ہو گیا ۔ مولانا مرحوم اس رسالہ کے قائد التحریر تھے ۔ ان کی نگاہ شفقت میں میرے مضامین بہت بلند پایہ ہوتے تھے ۔ اپنے خطوط میں خوب خوب تشجیع و تشویق فرماتے تھے ۔ ایک مرتبہ مجھ کو "مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارک پوری فاضل دیوبند" کے الفاظ سے نواز کر لکھا کہ "آپ کے مضامین اعلیٰ درجہ کے اور معیاری ہوتے ہیں زیادہ تعریف اس لئے نہیں کی جاتی کہ کہیں آپ رسالہ قائد کو ان کیلئے نااہل نہ سمجھنے لگیں ۔ میں نے نہایت ادب و احترام سے جواب دیا کہ میں

طالب علم ہوں اور ہدایہ وغیرہ پڑھتا ہوں ۔

میں پہلی بار ۱۳۵۴ھ میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی گیا مگر چند ماہ کے بعد واپس چلا آیا تھا اس وقت میں نے مولانا مرحوم سے مقامات زمخشری اور دیوان حماسہ کا پہلا باب پڑھا تھا ۔ پھر شوال ۱۳۵۸ھ میں دوبارہ گیا ۔ یہ میری تعلیم کا آخری سال تھا ۔ مولانا سے سنن ترمذی وغیرہ پڑھی ۔ ان ہی ایام میں ایک مرتبہ میں نے مولانا سے امام قاضی ابویوسف رح کی کتاب الخراج کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی ۔ مولانا نے بڑی محبت و شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے کتاب عنایت فرمائی اور چند دن کے بعد میں نے کتاب کے اوپر عمدہ کاغذ کا غلاف چڑھا کر اور کتاب کا نام، مصنف کا نام اور مولانا مرحوم کا نام عربی رسم الخط میں جلی، اور خوشخط لکھ کر کتاب واپس کی تو مولانا نے ہاتھ میں لیتے ہی فرمایا کہ میں نے سمجھا کہ آپ نے یہ کتاب لکھی ہے ۔ میں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں ۔ اور جب اس واقعہ کے تقریباً بیس سال کے بعد ۱۳۷۷ھ میں میری کتاب "رجال السند والهند" بمبئی میں چھپی اور میں نے مولانا مرحوم کی خدمت میں بھیجی تو اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے لکھا کہ یہ آپ کی دعا اور توجہ کی برکت ہے کہ میں اس لائق ہوا ۔ واقعہ یہ ہے کہ تصنیف و تالیف میں مولانا مرحوم میرے اولین محسن و مربی ہیں اگر ان کی توجہ نہ ہوتی اور رسالہ قائد میں میرے مضامین شائع نہ ہوتے تو شاید میں تصنیف و تالیف کے لائق نہ ہوتا ۔

میں نے اسی زمانہ میں حضرات اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے حالات و اسماء میں تقریباً ڈھائی سو اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی تھی جس کو مولانا کی خدمت میں پیش کیا اور مولانا نے اس کی کور کسر درست کرنے کے لئے حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رح کے پاس بھیج دیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہ نظم مجھے عنایت فرما دی ۔ اور بعد میں بمبئی کے ایک مشہور تاجر کتب کو میں نے دیا ۔ مگر

افسوس کہ اس کا پتہ اب تک نہ چل سکا۔ خاصے کی چیز تھی۔

یہ زمانہ بڑا پر آشوب تھا۔ اور ہندوستان کی آزادی کی منزل قریب آرہی تھی۔ ان ہی ایام میں مولانا مرحوم نے یوپی کے مشرقی اضلاع میں جمعیۃ علماء کا تنظیمی دورہ فرمایا۔ تو اعظم گڈھ، بنارس، غازی پور، بلیا اور گورکھپور کے سفر میں راقم خادم کی حیثیت سے ساتھ ساتھ رہا۔ مگر مولانا کی شفقت و محبت نے خدمت کا موقع ہی نہیں دیا اور پورے سفر میں اپنے سے زیادہ مجھے آرام پہونچایا۔

فراغت کے بعد میں نے مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں شوال ۱۳۵۹ھ سے ۱۳۶۴ھ (۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۴ء) تک مدرسی کی۔ اس کے بعد نومبر ۱۹۴۴ء میں مرکز تنظیم اہل سنت امرتسر میں ملازمت کی اور ۱۹۴۵ء میں وہاں سے لاہور گیا اور زمزم کمپنی کے زیر اہتمام ساڑھے نو سو صفحات میں "منتخب التفاسیر" مولانا محمد عثمان فارقلیط کی زیر نگرانی لکھنا شروع کی۔ اس کے بعد جنوری ۱۹۴۷ء میں روزنامہ "زمزم" لاہور میں شریک ادارت ہوا اور مولانا فارقلیط صاحب سے صحافت سیکھی۔ تقسیم ملک کے بعد ایک سال ہفتہ وار "انصار" بہرائچ کی ادارت کی۔ اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمت انجام دی۔ پھر یہاں سے ترک تعلق کر کے نومبر ۱۹۴۹ء میں بمبئی پہونچا۔

۱۳۵۹ھ سے ۱۳۶۸ھ تک کا یہ نو دس سالہ دور میرے حق میں بڑے ابتلاء کا تھا۔ تقریباً یہ پورا دور "صبر ایوب اور گریۂ یعقوب" میں گذرا ہے۔ اور آخر میں مولانا مرحوم کی توجہ سے میرا قیام بمبئی میں ہوا۔ جہاں بڑے سکون و اطمینان اور شان کے ساتھ رہ کر علمی کام کیا۔ صورت یہ ہوئی کہ ہر طرف سے مایوسی کے بعد میں نے اپنے ایک نادیدہ بزرگ اور قدر دان جناب حکیم اعظمی صاحب مرحوم ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی کو لکھا کہ بمبئی میں کوئی مناسب جگہ ہو تو مجھے مطلع کریں (مولانا حکیم فصیح اللہ خان صاحب حمید پور ندواسرائے ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے اور بمبئی میں مستقل طور سے قیام کرتے تھے۔) میرا یہ خط جمعیۃ علماء کے دفتر

میں ایسے موقع پر پہونچا جب کہ مولانا سید محمد میاں صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمنؒ اور مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحبؒ حج کیلئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ان حضرات نے حکیم اعظمی صاحب سے میرے بارے میں سفارش کی اور مجھے بمبئی بلا لینے پر زور دیا۔ خاص طور سے مولانا سید محمد میاں صاحبؒ نے۔ اس کے بعد حکیم اعظمی صاحب نے مجھے بلا لیا اور میرے طائر علم کے بازو پھیلنے لگے۔ یہاں نومبر ۱۹۴۹ء میں آنے کے بعد سب سے پہلے میں نے اخبار "زمزم" لاہور کے اپنے اخلاقی اور دینی مضامین کو جمع کر کے "حیات جمیلہ" کے نام سے چھپوایا۔ جس کا مقدمہ مولانا مرحوم نے دسمبر ۱۹۴۹ء میں لکھا۔ مولانا اس وقت جمعیۃ علماء ہند کے ناظم کی حیثیت سے بمبئی تشریف لے گئے تھے۔ یہ مقدمہ خورد نوازی اور خصوصی عنایت کا مظہر ہے۔ ۱۵ر جون ۱۹۵۰ء کو جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی کے اراکین و متعلقین کی ایک کمپنی کی طرف سے روزنامہ جمہوریت جاری ہوا۔ مولانا حامد الانصاری غازی صاحب کو اس کا ایڈیٹر اور راقم کو نائب ایڈیٹر بنایا گیا۔ مگر ادارۂ تحریر کی طرف سے میرے خلاف ایسے حالات پیدا کئے گئے، کہ اخبار جمہوریت میں میرا رہنا مشکل ہو گیا۔ میں کئی ماہ تک ذہنی پریشانیوں میں مبتلا رہا۔ میں نے مولانا مرحوم کو لکھا ہے کہ آپ مجھے دہلی بلا لیں مگر چونکہ اس وقت وہاں کوئی مناسب جگہ نہیں تھی اسلئے مولانا نے سخت تاکید کے ساتھ لکھا، کہ حالات کا مقابلہ کر کے آپ کو بمبئی ہی میں رہنا ہے۔ اور میں حسب الحکم ۲۳ر فروری ۱۹۵۱ء کو روزنامہ انقلاب بمبئی سے منسلک ہو گیا جس سے چالیس سال سے زائد مدت تک منسلک رہ کر اسی سال اپریل ۱۹۹۱ء میں علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

قیام بمبئی کا پورا دور میرے علمی و تحقیقی کاموں کا دورِ شباب ہے۔

دار العلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ سے پہلے مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ دار العلوم کے ترجمان کی حیثیت سے ایک پندرہ روزہ اخبار نکالا جائے ادارت کے لئے راقم کا نام تجویز ہوا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہتمام کی طرف سے مجھے اس کی باقاعدہ اطلاع دی حضرت مولانا محمد میاں صاحب

کی خواہش تھی کہ میں دارالعلوم میں آجاؤں۔ مگر میرے حالات اس سے مانع تھے۔ میں ان ہی ایام میں بمبئی سے دہلی آیا اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا نے پہلی فرصت میں دریافت فرمایا: کہاں سے آرہے ہیں، دیوبند یا بمبئی سے؟ میں نے عرض کیا بمبئی سے حاضری ہو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا عذر بیان کر کے کہا کہ دارالعلوم میں فلاں صاحب ہیں اخبار کا کام ان کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ان کی اردو زبان غیر معیاری ہے۔

مولانا مرحوم سے آخری ملاقات وصال سے تقریباً دو ماہ پہلے شعبان ۱۳۹۵ھ میں ہوئی۔ میں بمبئی سے دہلی آیا اور ملاقات کے لئے مکان پر پہونچا۔ ان کو بواسیر کے مرض نے کافی نحیف اور کمزور کر دیا تھا۔ کھانا کھلایا، گھر میں نماز پڑھی۔ مجھ کو آگے بڑھایا۔ میں نے عرض کیا! حضرت کیا اس حال میں تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری ہے؟ فرمایا ہاں تین کتابوں کی کتابت ہو رہی ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کی اس بے پناہ شفقت اور خورد نوازی کے باوجود میں ان سے جتنا ڈرتا تھا اپنے کسی استاذ سے اتنا نہیں ڈرتا تھا۔ ان کا رعب مجھ پر چھایا رہتا تھا۔ کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ بعض اوقات بھرے مجمع میں مولانا مجھے سخت انداز میں ڈانٹ دیا کرتے تھے اور میں خاموشی سے سن لیتا تھا۔ اور معلوم ہو جاتا کہ یہ عتاب بھی اظہار تعلق کا ایک ذریعہ ہے۔

مولانا اپنے معاصرین میں کئی باتوں میں ممتاز تھے۔ زہد و تقویٰ، استغناء و بے نیازی، عزتِ نفس و خودداری کے ساتھ پوری زندگی تدریس و تعلیم، تصنیف و تالیف، علمی و دینی خدمات اور ملی و قومی کاموں میں بسر کی۔ مولانا مرحوم محدث فقیہ، مفتی اور مصنف سب کچھ تھے۔ ان کے مختلف الجہات علمی و دینی کارنامے خصوصاً تصنیفی و تالیفی خدمات ایک اکیڈمی کی کارکردگی کے برابر ہیں۔

آخر میں راقم کے نام مولانا مرحوم کے چند مکاتیب درج کئے جاتے ہیں جن کی سطر سطر سے مولانا کی خورد نوازی، عجز و انکساری اور علم دوستی کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ جمعیۃ علمائے ہند دہلی، ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ - ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۸ء

محترم قاضی صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی!

گرامی نامہ سے کئی روز ہوئے مشرف ہو چکا تھا۔ مگر کتابیں آج پہونچیں[1]۔ مبارکباد قبول فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور یہ خود آپ کے لئے بھی ہر طرح نافع ہو اور اہلِ علم کے لئے بھی۔ آمین۔

مولانا فارقلیط صاحب کے نام کی کتاب ان کی خدمت میں بھیج دی ہے اور اگرچہ وہ خود آپ سے قلبی تعلق رکھتے ہیں مگر پھر بھی احقر نے بہتر تقریظ کی سفارش کر دی ہے۔ ان کی تقریظ اسی سنڈے ایڈیشن میں شائع ہو جائے گی جو ۲۶ر یا ۲۷ر اکتوبر کو شائع ہوگا۔ اس کے بعد احقر بھی اتباع و اقتدار کی کوشش کریگا۔ مکرر مبارکباد عرض ہے۔ احباب اور رفقائے حاضرین کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

نیاز مند: محمد میاں

۲۔ دہلی ۲۸ر جمادی الثانی ۸۳ھ، ۱۶ر نومبر ۶۳ء

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

محترم مولانا صاحب دام لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔ عرصہ ہو گیا ملاقات نہیں ہوئی۔ اس وقت ایک تکلیف دے رہا ہوں۔ احقر مدرسہ شاہی مراد آباد کے سالانہ جلسہ میں مراد آباد گیا تھا۔ فتحپوری لائبریری سے شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ــــ

---

[1] "رجال السند والہند" طبع بمبئی کے نسخے ۱۲

"تدریب الراوی" مستعار لے رکھی تھی۔ واپسی کے وقت راستہ میں اس کا مطالعہ کرتا رہا کئی اقتباسات بھی نقل کیے۔ جب شاہدرہ سے گاڑی گذری تو سامان درست کرنے کے لیے کتاب اوپر تختہ پر رکھ دی۔ پھر سامان کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ کتاب یاد نہ رہی۔ جب مکان پر پہونچ کر پھر باقی حصہ کے مطالعہ کا خیال آیا تو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا اور سخت صدمہ ہوا۔ اب یہ کتاب لائبریری کو دینی ہے۔ کتاب کی قیمت سے لائبریری والے مطمئن ہوسکتے ہیں۔ مگر خود احقر کو اطمینان اسی صورت میں ہوگا کہ کتاب ہی دی جائے۔ مہربانی فرماکر آپ یہ کتاب تلاش کریں اور بہتر تو یہ ہے کہ دو نسخے احقر کے نام وی پی کر دیں۔ ورنہ ایک تو لامحالہ فراہم ہونا چاہیئے۔ جو قیمت بھی ہو۔ احقر ادا کر دے گا۔ احقر اس لائبریری کا چیئرمین بھی ہے۔ اسلئے اور بھی زیادہ ذمہ داری کا احساس ہے۔ اور ناکامی میں بہت ندامت ہوگی۔ متن امام نووی کا ہے۔ اس پر شرح شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے جس کا نام "تدریب الراوی" ہے۔

خالد میاں سلمہ سے آپ واقف ہیں، ان کو جرمنی پڑھنے کا شوق ہوا تین سال جرمنی زبان پڑھی۔ یہاں جرمنی سفارتخانہ میں اس کی کلاس ہوتی ہے اس سال ان کو جرمنی جانے کا اسکالرشپ مل گیا۔ لہذا ۵ر نومبر کو وہ جرمنی روانہ ہوگئے۔ مگر نہ ہوائی جہاز سے نہ بحری جہاز سے بلکہ بس کے ذریعہ، جو غالباً لندن سے آئی ہوئی تھی۔ آج کل ایران میں ہوں گے۔ ایران سے ترکی، پھر بلغاریہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے پہونچائے۔ دماغ پر اس کا اثر بھی ہے باقی اور کیا عرض کروں، جواب کا منتظر۔

نیازمند، محتاجِ دعا، خادم قدیم،

محمد میاں عفی عنہ

۳۔ الجمعیۃ بکڈپو قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۷ر ذی قعدہ ۹۲ھ ہجری
۱۴ر دسمبر ۷۲ء

محترم مولانا زادت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی! خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں۔ ابھی "صدق جدید" مورخہ ۸ر دسمبر میں فتاوی عزیزی قلمی[1] کے متعلق آپ کا بیان نظر نواز ہوا۔ مختصر یہ کہ الجمعیہ بکڈپو اس کو طبع کرائے تو آپ کی شرائط کیا ہوں گی۔ جواب سے جلد مطلع فرمایئے۔ والسلام

نیازمند محمد میاں

۴۔ الجمعیہ بکڈپو قاسم جان اسٹریٹ دہلی۔
۲۲ر ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ ہجری، ۲۹ر دسمبر ۷۲ء

محترم مولانا دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! خلافِ توقع اپنے عریضہ کے جواب سے بہت جلد مشرف ہوگیا۔ جزاکم اللہ۔ وہ صاحب ذوق ذی استعداد فاضل ہیں تعجب ہے انھوں نے اقوال اکابر اور افعال زریں شائع کیے اور اس متاع گرانمایہ کو طشت از بام نہیں فرمایا۔ غالباً اس لئے کہ گراں مایہ ہے مگر متاع علم تو انفاق ہی کے لئے ہے اس میں تقتیر واحتکار ناجائز۔ یہ حکم آپ پر بھی نافذ ہوتا ہے لہذا آپ دونوں کا فرض ہے کہ پہلی فرصت میں ان کی اشاعت کا اہتمام

[1] فتاوی عزیزیہ کا کچھ حصہ میرے ناناہال میں تھا۔ مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بنارسی کے کتب خانہ میں اس کا ایک کامل و مکمل نسخہ نہایت خوشخط ہے اسکی اشاعت کیلئے "صدق جدید" میں مراسلہ شائع ہوا تھا، بعد والے مکتوب میں مولانا ابراہیم صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد اسحٰق صاحب بنارسی کی کتاب "کلمات اکابر" کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ وہ اور میں فتاوی عزیزی کے نسخوں کا مقابلہ کریں۔

Scanned by CamScanner

کریں، دونوں نسخوں کا مقابلہ کیا جائے، فرق ہو تو ظاہر کر دیا جائے۔
یہ آپ دونوں کی [illegible] ہوئی۔ اتنا تعاون احقر بھی کرے گا کہ الجمعیۃ بکڈپو کے ارباب بسط وکشاد کو متوجہ کرے گا کہ معقول تعداد میں اسکے نسخے خرید لیں اور روزنامہ الجمعیۃ میں اس کی تشہیر کریں۔
کنونشن میں حاضری سے معذور رہا۔ زیادہ تر اپنے عوارض کے باعث کہ چلنا پھرنا اور سفر کرنا بہت مشکل ہوگیا۔ اور کچھ اس لئے کہ کنونشن کا منشا مشتبہ رہا۔ لہذا یکسوئی کو بہتر سمجھا۔ والسلام

نیازمند: محتاج دعا: محمد میاں

۵۔

۲۰ ربیع الاول سنہ ۹۳ھ، ۲۴ اپریل سنہ ۷۳ء

محترم مولانا مبارکپوری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

رجسٹرڈ پارسل کے ذریعہ ایک کتاب "سیرت مبارکہ" ارسال خدمت ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ پھر تنقید تحریر فرما کر اپنے اخبار میں شائع کریں۔ یا تقریظ۔ اس کو آپ تبصرہ کا عنوان بھی دے سکتے ہیں۔ پھر جس پرچے میں شائع ہو احقر کے نام ارسال فرمادیں تو نوازش ہوگی۔ ہمرشتہ اشتہار بھی ملاحظہ فرمائیں اس سے تبصرہ کرنے میں سہولت ہوگی۔ کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا نہیں پڑے گا۔ اگرچہ درخواست یہ ہے کہ تبصرہ سے پہلے یا تبصرہ شائع کرنے کے بعد بالاستیعاب مطالعہ ضرور فرمائیں اور غلطیوں سے احقر کو متنبہ فرمائیں۔
دوسری گذارش یہ ہے کہ ہمرشتہ اشتہار اخبار "انقلاب" میں بااجرت شائع کرادیں، دو مکمل کالموں میں یہ اشتہار آجائے گا۔ اجرت (بشرط رعایت) سے پہلے مطلع فرمائیں تو احقر بذریعہ منی آرڈر بھیج دے، یا بعد کو مطلع فرمائیں۔ احقر بھیج دے گا۔ الجمعیۃ میں یہ اشتہار دو کالموں میں شائع ہوا ہے

بشارت عظمیٰ کا اضافہ احقر کے قلم سے کیا ہے، وہ بھی شائع ہوگا۔ خیریت اور حالات سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام

نیازمند محتاج دعا: محمد میاں

۶۔

دہلی کتابستان گلی قاسم جان

۲۴ ربیع الاول سنہ ۹۳ھ، ۲۸ اپریل سنہ ۷۳ء

محترم مولانا مبارکپوری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! "سیرت مبارکہ" کا پارسل پہونچ چکا ہوگا۔ تبصرہ فرمائیے۔ عریضہ کے ساتھ اشتہار بھی بھیجا ہے کہ اخبار میں شائع کرادیجئے۔ جو اجرت ہوگی۔ احقر ادا کرے گا۔ رعایت کی ضرور رعایت رہے۔ اس اشتہار کے آخر میں مدارس عربیہ کیلئے اعلان ہے کہ صرف محصول ڈاک بھیجنے پر ان کو کتاب مفت دی جائے گی۔ اگر ابھی اشتہار شائع نہ ہوا تو یہ حصہ خارج کر دیجئے۔ کیونکہ فرمائشیں اتنی آگئی ہیں کہ تعمیل کی گنجائش نہیں رہی۔ فرمائشیں مدارس عربیہ کی آئی ہیں۔ اس رعایت کی بنا پر، ورنہ اصل کتاب کے آرڈر ابھی پانچ بھی نہیں آئے۔ بہرحال یہ حصہ ضرور خارج فرمادیجئے۔ والسلام

نیازمند، محتاج دعا: محمد میاں

۷۔

۱۹ رجب سنہ ۹۳ھ، ۱۹ اگست سنہ ۷۳ء

محترم مولانا دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! عزیز نامہ باعث مسرت ہوا۔ اور تبصرہ مستوجب شکریہ۔ جزاکم اللہ۔ دیر آید درست آید۔ مگر آپ نے استاذ محترم لکھ کر تبصرہ کا وزن کم کر دیا۔ استاذ کی تصنیف

کی تو تعریف کی ہی جاتی ہے۔ بہرحال آپ کا تبصرہ باوزن ہے۔ پھر آپ نے خصوصیات تحریر فرماکر اشتہار بھی مفت میں شائع کر دیا۔ اور اس کا کوئی مطالبہ ہوسکتا ہے تو مطلع فرمایئے۔ تاکہ پیش کیا جائے۔

اچھا آپ کا بمبئی سے دل گھبرا گیا؟ اب کیا ارادہ ہے؟ وطن میں دل لگتا ہے تو کیا پارچہ بافی کا کارخانہ قائم کریں گے یا مدرسہ احیاء العلوم میں تعلیمی اور تدریسی خدمت انجام دیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بمبئی سے دل گھبرا جانا مبارک، اگر شاید یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر کیا؟ صرف مطالعہ کریں گے یا مطالعہ کا کوئی حاصل بھی پیش کرسکیں گے؟

احقر کے ذہن میں آپ کے مناسب چند کام ہیں۔ (۱) انسائیکلوپیڈیا آف انڈیا بہت بڑا کام ہے اور اگر وسائل مہیا ہوں تو حکومت سے اس میں امداد بھی مل سکتی ہے۔ مگر عربی اور فارسی کی واقفیت سے کام نہیں چلے گا ہندی سے بھی واقفیت ہونی چاہئے۔ اور انگریزی سے بھی۔ مگر کام بہت بڑا ہوگا۔ ہندوستان کی تمام اہم لائبریریوں کو کھنگھالنا پڑے گا۔

(۲) اگر یہ نہ ہو تو دوسرا کام ہے "تاریخِ مذاہبِ ہند" یہ پہلے کے مقابلے میں آسان ہے۔ ابوریحان بیرونی کے "الہند" سے بہت مدد مل سکتی ہے مگر کم از کم ہندی کی واقفیت بھی اس میں ضروری ہے۔

(۳) تیسرا کام جو ان کے مقابلے میں آسان ہے وہ "تاریخ علماء اور مشائخِ ہند"۔ اس میں بہت مواد آپ کو مل سکتا ہے مگر یہ استیعاباً ہونا چاہئے۔ ایمیں اتنا اضافہ اور کرلیں اور ان کے سیاسی وسماجی ماحول یعنی "تاریخ علماء و مشائخِ ہند، ان کے سیاسی اور معاشرتی ماحول اور خدمات"۔ "علمائے ہند کا شاندار ماضی" اسی انداز پر مرتب کیا گیا ہے مگر وہ صرف سلسلۂ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدود میں محدود ہے۔ وہ آپ کو نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ مگر سہارنپور میں یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے بھی آپ کو قدیم کتب خانوں

سے استفادہ کے لئے سفر کرنے پڑیں گے، تب وہ قابلِ قدر چیز ہوگی تینوں کام کے لئے جانفشانی اور ہمت مردانہ کی ضرورت ہے۔ کیا بمبئی میں کوئی گانٹھ کا پورا مل سکتا ہے؟

تقریباً ایک ماہ ہوا بواسیر کا شدید دورہ ہوا۔ کم از کم دو بوتل خون نکل گیا۔ چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔ مگر الحمدللہ قلم چلتا رہا۔ چند روز کے علاوہ سلسلۂ درس بھی جاری ہے الحمدللہ۔ بخاری شریف کی پریشانی ہے۔ والسلام

قدیم دعاگو، محتاج دعا محمد میاں

۸۔ ۱۹۷۴ء کتابستان گلی قاسم جان دہلی

عزیز محترم مولانا اطہر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی! صدق جدید، مورخہ ۲۵ نومبر آپ کی جدید تصنیف "خلافت راشدہ اور ہندوستان" پر تبصرہ پڑھا مسرت ہوئی۔ مگر یہ بھی خیال ہوا کہ آپ پر اخفائے واردات کا جرمانہ کیا جائے۔ آپ اپنی ہر ایک تصنیف احقر کے نام بھیجا کرتے ہیں۔ یہ تصنیف آپ نے نہیں بھیجی، تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ وی، پی کر دیجئے۔ نوازش ہوگی۔ خدا کرے، آپ بمبئی ہوں۔ اور یہاں بھی قیام طے کر رکھا ہو۔ والسلام۔

نیازمند محتاج دعا۔ محمد میاں

۹۔

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ، ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء

محترم قاضی صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

گرامی نامہ مورخہ ۲۴ ربیع الاول نے جس ہدیہ مبارکہ کی بشارت دی تھی، "خلافت راشدہ اور ہندوستان" اس سے مشرف ہوا۔

Scanned by CamScanner

پھر دفعتاً ایک اور علمی ہدیہ نے شاد کام کیا یعنی "جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول" دونوں ہدیے بیش بہا، گرانقدر، مستحق صد شکریہ و ہزار تحسین و آفریں۔ احقر فرصت کا منتظر ہے کہ دونوں کا از اول تا آخر مطالعہ کر لے اور پوری طرح مستفیض ہو۔ آج کل کچھ ایسے ہیچ در ہیچ مشاغل درپیش ہیں کہ یہ عریضہ بھی کئی روز کے وقفہ کے بعد لکھ سکا۔ بہر حال ان ہدیوں پر آپ کا بھی اور صاحبزادہ عزیز کا بھی بہت بہت شکریہ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

نیاز مند، محتاج دعا: محمد میاں

۱۰۔

رجب ۹۴ھ، ۲۶ جولائی ۷۴ء

محترم مولانا! زادت مزایاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی!

گرامی نامہ مورخہ ۸ جولائی میں جو بشارت دی گئی تھی بفضلہ تعالیٰ وہ پوری ہو گئی۔ عزیزم ظفر مسعود صاحب نے تینوں کتابیں بھیج دیں اور احقر کو موصول ہو گئیں۔ "اسلامی ہند کی عظمت رفتہ" ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" اور "عرب و ہند عہد رسالت میں"۔ کیا ہدیہ میں صرف جزاک اللہ کافی ہے۔ صرف جزاک اللہ پر قناعت مناسب نہیں، اجازت دیجئے کہ قیمت پیش کر سکوں۔

آپ کو شکایت تھی کہ آپ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ یہ شکایت شاید ہلکی ہو گئی ہو، آپ کو ممکن ہو اس کا احساس نہ ہو، مگر مجھے تو بڑی خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر محمد اسلم صاحب صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کا جو مضمون "عربوں کے عہد میں سندھ میں علم و ادب" ماہ جولائی کے "برہان" میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس میں آپ کی تصنیف سے استفادہ کیا ہے اور علامہ بلاذری، ابن اثیر، اور ابن بطوطہ جیسے مشاہیر کے ناموں کے ساتھ آپ کا نام نامی

بھی حوالوں میں درج کیا ہے۔ اللّٰہم زد فزد۔

"قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری"

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو تینوں کتابیں محفوظ ہیں۔ اب ان سے استفادہ کے لئے فرصت کا انتظار ہے۔

نیاز مند محتاج دعا: محمد میاں

۱۱۔

۱۱ جمادی الثانیہ ۹۴ھ، ۲۰ جولائی ۷۴ء

محترم مولانا! دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! احقر پر ہدیہ علمی "خلافت راشدہ اور ہندوستان" کا شکریہ واجب تھا۔ "شجرۂ مبارکہ" نے دوسرا شکریہ لازم اور واجب بلکہ فرض کر دیا۔۔۔ "خلافت راشدہ اور ہندوستان" کو احقر نے از اول تا آخر پڑھا۔ بہت محظوظ ہوا اور اس نے اس سلسلہ کی باقی تصنیفات "عرب و ہند عہد رسالت میں" ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ" کے مطالعہ کا بھی شوق پیدا کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

ماشاء اللہ اس سلسلے میں آپ کو عبقریت حاصل ہے۔ معلومات باحوالہ اور تاریخ کے ساتھ جغرافیائی معلومات کا دامن بھی وسیع۔ ماشاء اللہ، و بارک اللہ، اللّٰہم زد فزد۔ مگر ایک گذارش قابل توجہ ہے کہ آپ نے نقل روایات میں امام بخاریؒ کا طرز اختیار کیا ہے۔ مثلاً مکران و قندابیل وغیرہ کے سلسلے میں حکم بن ابی العاصؓ کی تحقیق کا جہاں بھی ذکر آیا، پورا قصہ نقل کر دیا اس سے مضامین میں تکرار ہو گیا۔ اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ باقی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بیش از بیش توفیق بخشے اور آپ کے اخلاف آپ کے صحیح جانشیں اور خدا کرے آپ سے بالا اور برتر ہوں، آمین

Scanned by CamScanner

محافظین بیت المال کا قتل احقر کے خیال میں سبائیوں کا فعل ہے اور اس کو حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر و ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا، فی الواقع المیہ بن گیا۔ اس کی تحقیق ہونی چاہیئے۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ جنگ جمل زیادہ عرصہ نہیں چلی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس جنگ کے دن شہید ہو گئے۔ وہ کوفہ یا بصرہ کب گئے؟ احقر کے پاس کتابیں نہیں ہیں دہلی کے کتب خانوں میں بھی زیادہ کتابیں نہیں ہیں۔ صرف بلاذری، ابن سعد، البدایہ والنہایہ وغیرہ چند کتابیں ہیں۔ آپ نے سب کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ آپ کا مطالعہ وسیع ہے۔ اس معاملے کی تحقیق کیجیے۔

والسلام نیاز مند محتاج دعا محمد میاں